(حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی)

دوامِ حدیث — قسط نمبر ۱۵

اٹھواں باب

ایک اسلام

صحیح بخاری پر ایک نظر!

"اس میں کلام نہیں کہ امام بخاریؒ (وفات ۲۵۶ھ) نے صحیح احادیث کی تلاش میں لمبے لمبے سفر کیے، ہر حدیث کو پرکھنے کے لئے تمام امکانی وسائل اختیار فرمائے، استخارے کیے، کعبہ میں جاکر دعائیں مانگیں کہ اے اللہ مجھے صحیح و غلط میں امتیاز کی توفیق عطا فرما۔ راویوں کا کھوج لگایا، ہر قابل ذکر محدث سے مشورہ کیا اور سالہا سال کی مسلسل جستجو و تگاپو کے بعد اپنا مجموعہ تیار کیا۔ لیکن اس قدر محنت و احتیاط کے باوجود اس مجموعہ میں چند ایسی احادیث موجود ہیں جو یا تو تعلیمِ قرآن سے متصادم ہوتی ہیں یا آپس میں ٹکراتی ہیں یا مسلمانوں کو بیکار، اپاہج اور بے عمل بناتی ہیں اور یا ان سے حضور علیہ السلام اور ان کی ازواج مطہرات کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ان حالات میں ہمارے لئے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو ہم صحیح بخاری کے ہر لفظ کی حفاظت کریں اور قرآن و رسول پر جو گذرتی ہے، گذرنے دیں اور یا قرآن کو مقدم رکھتے ہوئے صرف ان احادیث کو قابلِ اعتنا سمجھیں جو عیوبِ بالا سے پاک ہوں۔ ہم بخاری کی محنت و تلاش کی داد دیتے ہیں، اور

انہیں بیحد قابلِ احترام سمجھتے ہیں، لیکن کیا کریں کہ حضور پُرنور کی ذاتِ والا صفات سے ہمیں اس قدر عقیدت و محبت ہے کہ ہم ان کی شان میں کوئی ہلکی سی جسارت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

امام بخاری کی زیادہ تر نظر اسناد پہ رہی۔ انہیں جس حدیث کے وضعی ہونے پر کوئی شہادت نہ مل سکی، اسے اپنے مجموعہ میں شامل کر لیا۔ لیکن صفحاتِ گذشتہ میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ احادیث کا کیا حال ہو چکا تھا، راویوں کے حالات کس بے احتیاطی سے قلمبند کئے گئے۔

رسولِ اکرم بحیثیت نبی تیئیس برس زندہ رہے، اس لمبی مدت میں یقیناً آپ نے قرآن کے علاوہ بھی کوئی ارشاد فرمایا ہو گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چودہ لاکھ حدیث کے طومارِ پریشاں میں سے کوئی اقوالِ رسول کیسے ڈھونڈے۔۔۔

۔۔۔ اس کے بعد بخاری پر ایک ناقدانہ نظر ڈالتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم ان کے اعتراضات نقل کر کے جواب دیں، مناسب معلوم ہوتا ہے ان کی اس تحریر کے قابلِ اعتراض پہلو کی طرف توجہ دلائیں۔

اول جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ "امام بخاری کی نظر زیادہ تر اسناد پر تھی" بالکل غلط ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جو حضور والا صفات صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کا مواد جمع کرے یا آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کی شان میں کوئی ایسی بات لکھے جس سے ان کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ یا مسلمانوں کو اپاہج بنانے کیلئے اپنی عمرِ گراں مایہ کو خرچ کرے یا قرآن کے خلاف حدیثیں جمع کرنا شروع کرے یا عقل کے خلاف باتیں لکھ کر اپنے مذہب کو کمزور بنائے۔ یہ کام تو زندیقوں کا ہے یا ان لوگوں کا جو عقل و علم میں بہت کم مقام رکھتے ہوں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص، اپنی عقل کے موافق ایک حدیث کو قرآن کی مخالفت یا دوسرے عیوب سے مبرا سمجھے اور دوسرا اس کے خلاف ہو۔ مگر کسی قابلِ احترام ہستی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دیدہ دانستہ ایسا کرتا ہے یا احادیث جمع کرنے میں اس قدر لاپرواہی کا شکار ہوتا ہے کہ۔۔۔ رسولؐ اور آپؐ کی ازواج مطہرات کا احترام یا قرآن کی مخالفت و موافقت بھی اس کیلئے بے معنی ہو کر رہ جائے باوجود اس کے کہ وہ کعبہ میں جا کر خدا سے صحیح و غلط میں امتیاز کی توفیق کی دعائیں مانگتا ہو، اس کے لئے دور دراز کے لمبے سفر کرتا ہو، راویوں کے کھوج لگاتا، استخارے کرتا اور سالہا سال عمرِ عزیز

کئے اس جستجو و تگاپو میں صرف کر ڈالتا ہو کہ اس کے مجموعہ میں کوئی غلط بات شامل نہ ہو جائے، پس مذکورہ اعتراضات کے دو ہی مقام ہیں کہ یا تو اعتراضات غلط ہیں یا جن کی جمع کردہ احادیث پر اعتراض ہے وہ کوئی عقلمند شخص نہیں۔ اور اس دوسری بات کو تسلیم کرنے کے لئے دوسرے تو الگ رہے شاید معترض بھی تیار نہ ہو۔

دوم، آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ "احادیث کا کیا حال ہوا، یا راویوں کے حالات کس بے احتیاطی سے قلمبند کئے گئے" واقعہ کے خلاف ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ واقعات کا گہری نظر سے جائزہ نہیں لیا گیا۔

سوم، یہ کہا ہے کہ "چودہ لاکھ حدیثوں کے طومارِ پریشاں میں سے اقوالِ رسول کو کون ڈھونڈے"، بالکل لغو ہے کیونکہ محدثین نے اقوالِ رسولؐ کو حسن وصحت کے ساتھ جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور امت نے ان کی خدمت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ موافقت کی ہے، اس لئے اب آپ کو سر دردی کی ضرورت نہیں۔

اب انکے اعتراضات سنیئے:

"ایک پیشینگوئی"

سنہ ۶ھ، سنہ ۶۲۰ء کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو پرویز شاہ ایران (۵۹۰ء - ۶۲۸ء) اور ہرقل قیصرِ روم (۶۱۰ء - ۶۴۱ء) کی طرف خطوط بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل نے قاصدِ رسولؐ کی بڑی تعظیم کی، لیکن کسریٰ شاہ ایران نے خط پھاڑ دیا اور قاصد کو ڈانٹ ڈپٹ کر دربار سے نکال دیا۔ جب حضورؐ کو اس سلوک کی اطلاع ملی تو آپ نے ایک پیش گوئی کی۔ قیصر کے حسنِ سلوک اور کسریٰ کی بدتمیزی کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور صرف نسلِ کسریٰ کے خاتمہ کی پیشینگوئی فرماتے اور ہرقل کے لئے اسی طرح محبت کا اظہار کرتے جس طرح وہ نجاشی سے کیا کرتے تھے۔ لیکن جو پیشینگوئی بخاری میں موجود ہے وہ ہماری اس تمنا کو پورا نہیں کرتی۔

"عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا هلك کسریٰ فلا کسریٰ بعده واذا هلك قیصر فلا قیصر بعده" (بخاری)

ابوہریرۃ نبی کریم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، کسریٰ کے تباہ ہونے کے بعد کوئی کسریٰ نہیں اور قیصر کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی قیصر نہیں۔"

. . . کسریٰ کے متعلق یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ آنحضرت کی رحلت کے صرف دس برس بعد ۶۴۲ء میں جنگ نہاوند نے ساسانی خاندان کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ کچھ عرصہ بعد آخری کسریٰ (یزدگرد) قتل ہوگیا اور اس کے بعد آج تک کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قیصر کے متعلق بھی یہ پیشگوئی اسی طرح پوری ہوتی لیکن اسے کاش کہ ایسا نہ ہوا۔ . . بلکہ یہ خاندان اس پیشگوئی کے بعد آٹھ سو تئیس برس تک زندہ رہے۔" (دو اسلام ص۱۷۹)

اس عبارت کی چند باتیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ اس پیشگوئی کا مقابلہ کسریٰ اور قیصر کے اس سلوک سے کیا گیا ہے، جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد سے کیا۔ سلوک چونکہ مختلف تھا، پیش گوئی بھی مختلف ہونی چاہیئے۔

۲۔ قیصر سے مراد وہ نسلی بادشاہ ہے جس کا سلسلہ ۳۳۰ء سے شروع ہوتا ہے اور جو ۱۴۵۳ء تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱ء۔ ۱۴۸۱ء) فاتح قسطنطنیہ نے اس سلسلہ کو ۱۴۵۳ء میں ختم کیا۔

پہلی بات کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ پیشگوئی کسریٰ اور قیصر کے اس سلوک کے جواب میں نہیں کی گئی جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خط کے ساتھ کیا۔ بلکہ آنحضرتؐ نے کسریٰ کے لئے بددعا کی اور قیصر کے لئے ان کے بقا کی خبر دی۔ فتح الباری میں ہے:

"کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر واما کسریٰ فلما قرأ الکتاب مزقہ واما قیصر فلما قرأ الکتاب طواہ ثم رفعہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ھؤلاء فیمزقون واما ھؤلاء فستکون لھم بقیۃ ویؤیدہ ما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما جاءہ جواب کسریٰ قال مزق اللہ ملکہ ولما جاءہ جواب قیصر قال ثبت اللہ ملکہ" (ص۳۴-۳۵)

کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کو خط لکھا تو کسریٰ نے

خط پھاڑ دیا اور قیصر نے لپیٹ کر اس کو اٹھا رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لوگ چیر دیئے جائیں گے اور یہ لوگ باقی رہیں گے۔

اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسریٰ کا جواب پہنچا تو آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو پارہ پارہ کرے اور جب ہرقل کا جواب آیا تو فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کا ملک ثابت رکھے۔

اور یہ پیشین گوئی ایک مستقل شے ہے۔ اس کا آپؐ کے نامہ مبارک سے اور اس کے جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ قیصر کا لفظ حدیث میں عرب کے عرف پر ہے۔ عرب ہرقل کا اطلاق شام کے بادشاہ پر کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پیش گوئی سے یہ مطلب تھا کہ اس قیصر کے مرنے کے بعد شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگا اور یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ الحمدللہ!

یہ اعتراض جو آپ نے کیا، شراح حدیث نے بھی کیا ہے اور اس کا جواب بھی دیا ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے:

"وقد استشکل ھذا مع بقاء مملکۃ الفرس لان آخرھم قتل فی زمن عثمان واستشکل ایضاً مع بقاء مملکۃ الروم واجیب علی ذالك بان المراد لا یبقی کسریٰ بالعراق ولا قیصر بالشام وھذا منقول عن الشافعی وسبب الحدیث ان قریشا کانوا یأتون الشام والعراق تجارا فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لدخولھم فی الاسلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذالك تطییبا لقلوبھم وتبشیرا لھم بان ملکھما سیزول عن الاقلیمین المذکورین"

(فتح الباری ص ۳۴۷)

اس میں ایک اشکال ہے کہ فارس کی حکومت حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک باقی رہی اور رومیوں کی سلطنت بھی مدت تک قائم رہی۔ امام شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عراق میں کسریٰ اور شام میں قیصر باقی نہیں رہیں گے۔ اس حدیث کے کہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے اسلام قبول کیا (اور اسلام سے قبل وہ عراق اور شام میں تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے) اپنے سفر کے بند ہوتے سے ڈر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

خوش کرنے کیلیئے فرمایا کہ ان کی حکومت عنقریب عراق اور شام سے زائل ہو جائیگی۔

۲۔ دوسری بات کا بھی جواب آگیا۔ کیونکہ اشکال کی وجہ دراصل یہی ہے کہ قیصر سے مراد ایک خاندان میں سے اس کا ایک فرد ہے اور اس خاندان کی حکومت مدت تک رہی۔ جب قیصر سے ہم نے شام کا حاکم مراد لیا تو اشکال رفع ہوگیا۔ حدیث کا شانِ ورود بھی اس کی تائید میں ہے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

بقیہ:۔ اسلام اور سائنس

ہمارے معاشرہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں کی لائن اختیار کرتے ہیں، وہ مسلمان ہونا اپنے لئے رجعت پسندی اور باعث عار سمجھتے ہیں۔ انکے اذہان ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ سائنسدان مذہب کا پابند نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مذہب سائنس کے راستے میں رکاوٹ نہیں اور خاص کر اسلام جو علم کا بحرِ بے کراں ہے اور جس کے ماننے والوں نے دنیا کو سائنس سے روشناس کرایا، کیسے سائنس کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے؟ درحقیقت ہمارے ہاں جو سب سے بڑی خامی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ سائنس سے بہرہ ور ہیں، اسلامی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ حالانکہ ہمارے مسلمان سائنسدان قرآن کے اسرار و رموز اور کنوزِ گراں مایہ کو حاصل کر لیں تو اسلام کی برتری اور صداقت دوبارہ پوری دنیا پر واضح ہو جائے۔ ہماری حکومت کو چاہیئے کہ وہ سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم کو عام کرے اور اس کو حاصل کرنا لازمی قرار دے تاکہ ہمارا وہ مذہب جو مذاہبِ عالم پر فوقیت رکھتا ہے، اس کی صداقت مسلم ہو جائے۔

اگر آج کا مسلمان سائنسدان حالاتِ حاضرہ کے تحت سائنس سے استفادہ کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور زندگی کی اس دوڑ کو جیتنے کے لئے ہر قسم کی چیز خود بنانے کے قابل ہو جائے تو مسلمان بھی چین، روس اور امریکہ سے پیچھے نہیں رہ سکتا۔